بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

جماعت احمدیہ

جرمنی کا ترجمان

نگران: مبارک احمد تنویر، انچارج شعبہ تصنیف مدیر: حامد اقبال

جلد نمبر 20 شمارہ نمبر 06۔ ماہ ظہور 1394 ہجری شمسی بمطابق اگست 2015ء

قرآن کریم

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا

(الفاطر: ۲۹)

ترجمہ: ”یقیناً اللہ کے بندوں میں سے اُس سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔“

(ترجمہ از۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللّٰہ تعالیٰ)

حدیثِ مبارکہ

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اپنا آپ اس پر ظاہر کرتا ہوں پس جیسا وہ میرے متعلق گمان کرے ایسا ہی میرا اس سے سلوک ہوتا ہے“

(بخاری کتاب التوحید باب یحذرکم اللّٰہ نفسہ)

اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ السلام

”انسان پر قبض و بسط کی حالت آتی ہے۔ بسط کی حالت میں ذوق اور شوق بڑھ جاتا ہے اور قلب میں ایک انشراح پیدا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھتی ہے نمازوں میں لذّت اور سرور پیدا ہوتا ہے لیکن بعض وقت ایسی حالت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذوق اور شوق جاتا رہتا ہے اور دل میں ایک تنگی کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ جب یہ صورت ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ استغفار کرے اور پھر درود شریف بہت پڑھے۔ نماز بھی بار بار پڑھے۔ قبض کے دُور ہونے کا یہی علاج ہے۔

علم سے مراد منطق یا فلسفہ نہیں ہے بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہوتا ہے اور خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا۔ (سورۃ فاطر: ۲۹) اگر علم سے اللہ تعالیٰ کی خشیت میں ترقی نہیں ہوتی تو یاد رکھو وہ علم ترقی معرفت کا ذریعہ نہیں ہے۔

قرآن شریف سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انسان کی فطرت میں سعادت اور ایک مناسبت نہ ہو ایمان پیدا نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کے مامور اور مُرسل اگرچہ کُھلے کُھلے نشان لے کر آتے ہیں مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان نشانوں میں ابتلاء اور اخفاء کے پہلو بھی ضرور ہوتے ہیں۔ سعید جو باریک بین اور دور بین نگاہ رکھتے ہیں اپنی سعادت اور مناسبت فطرت سے ان امور کو جو دوسروں کی نگاہ میں مخفی ہوتے ہیں دیکھ لیتے ہیں اور ایمان لے آتے ہیں لیکن جو سطحی خیال کے لوگ ہوتے ہیں اور جن کی فطرت کو سعادت اور رُشد سے کوئی مناسبت اور حصہ نہیں ہوتا وہ انکار کرتے ہیں اور تکذیب پر آمادہ ہو جاتے ہیں جس کا برا نتیجہ ان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

دیکھو مکہ معظّمہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو ابوجہل بھی مکہ ہی میں تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکہ ہی کے تھے لیکن ابوبکرؓ کی فطرت کو سچائی کے قبول کرنے کے ساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ ابھی آپ شہر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے۔ راستہ ہی میں جب ایک شخص سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر سناؤ اور اس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسی جگہ ایمان لے آئے اور کوئی معجزہ اور نشان نہیں مانگا اگرچہ بعد میں بے انتہا معجزات آپ نے دیکھے اور خود ایک آیت ٹھہرے۔ لیکن ابوجہل نے باوجودیکہ ہزاروں ہزار نشان دیکھے لیکن وہ مخالفت اور انکار سے باز نہ آیا اور تکذیب ہی کرتا رہا۔

اس میں کیا سِرّ تھا؟ پیدائش دونوں کی ایک ہی جگہ کی تھی ایک صدّیق ٹھہرتا ہے اور دوسرا جو ابوالحکم کہلاتا تھا وہ ابوجہل بنتا ہے۔ اس میں یہی راز تھا کہ اس کی فطرت کو سچائی کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ غرض ایمانی امور مناسبت ہی پر منحصر ہیں۔ جب مناسبت ہوتی ہے تو وہ خود معلّم بن جاتی ہے اور امور حقہ کی تعلیم دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ مناسبت کا وجود بھی ایک نشان ہوتا ہے۔

میں بصیرت اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں اور مَیں وہ قوت اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہوں مگر افسوس میں اس دنیا کے فرزندوں کو کیونکر دکھا سکوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے کہ وہ وقت ضرور آئے گا کہ خدا تعالیٰ سب کی آنکھ کھول دے گا اور میری سچائی روز روشن کی طرح دنیا پر کھل جائے گی لیکن وہ وقت وہ ہوگا کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جاوے گا اور پھر کوئی ایمان سودمند نہ ہو سکے گا۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 7، 8۔ ایڈیشن 2003۔ انڈیا)

مشعلِ راہ

مضطر بن کر دعا کرو خدا سنے گا

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایده الله تعالیٰ بنصره العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آیت اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ۔۔کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

''اس میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ دیکھو مصیبت زدہ لوگوں کی دعاؤں کو کون قبول کرتا ہے۔صرف اللہ تعالیٰ ہی قبول کرتا ہے۔اور جب وہ ایسی حالت میں ہوں جب مضطر ہوں۔مضطر اس کو کہتے ہیں جو اپنے چاروں طرف مشکلات اور ابتلاؤں کو دیکھتا ہے۔اسے اپنی کامیابی کا کوئی مادی یا دنیاوی راستہ نظر نہیں آتا اور صرف اور صرف ایک راستہ نظر آتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ ہے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے یہ مضطر ہیں جو میری طرف آتے ہیں جن کے لئے دنیا کے تمام راستے بند اور مسدود ہو چکے ہوتے ہیں۔مضطر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب کوئی راستہ نظر نہ آئے تو گھبراہٹ میں اضطراب شروع ہو جائے کہ ہم کدھر جائیں۔بلکہ مضطر کا مطلب جیسا کہ میں نے کہا یہ ہے کہ جب تمام راستے بند ہو جائیں، تمام راستے مسدود ہو جائیں تو ایک طرف روشنی کی کرن نظر آئے اور وہ اس کی طرف دوڑے۔اگر ہر طرف آگ نظر آ رہی ہو تو دیوانوں کی طرح بے چین ہو کر دوڑنے والے کو مضطر نہیں کہتے۔کیونکہ اگر اس طرح وہ گھبراہٹ میں دوڑے گا تو خود آگ میں پڑ جائے گا بلکہ ہر طرف کی آگ دیکھنے کے بعد جب اسے امن کا ایک راستہ نظر آ رہا ہو، اسے ایک طرف پناہ نظر آ رہی ہو اور وہ اس معین راستے کی طرف چلا جائے تو وہ شخص ایسا ہے جو مضطر کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایسے شخص کو پھر آگ سے بچانے والا ہوں۔ میں اس کی پناہ گاہ ہوں۔آگ کی تپش سے بچانے والی ٹھنڈی چھاؤں میں ہوں۔میری طرف آؤ۔مجھ سے پناہ طلب کرو۔میں تمہیں ان ابتلاؤں سے نکالوں گا۔اس یقین سے میری طرف آؤ کہ ہمارا خدا ہے جو ہمیں اس ابتلا سے نکالنے والا ہے تو میں تمہیں تمہارے اس یقین کی وجہ سے اس ابتلا سے نکالوں گا۔تمہاری دعاؤں کی وجہ سے تمہیں اس ابتلا سے نکالوں گا.....

پس جو شخص ایسا مضطر بن جائے جو خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اپنا ملجا و ماویٰ نہ سمجھے کوئی پناہ کی جگہ نہ سمجھے، جو خدا کے سوا کسی اور کو ان ابتلاؤں سے نجات دلانے والا نہ سمجھے تو وہی حقیقی مضطر ہے اور اس کی دعائیں عجائب دکھانے والی بنتی ہیں۔دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ یقین ہمیں اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا کہ ہر قسم کے اضطرار کی حالت میں اللہ تعالیٰ ہی کام آتا ہے۔اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں جہاں ہمیں روشنی کی کرن نظر آتی ہو اور جب ایسی حالت پیدا ہو جائے، جب اس طرح کی اضطرار کی کیفیت آ جاتی ہے تو پھر اس قسم کے مضطر کے پاس اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق دوڑتا ہوا آتا ہے اور اس کی مشکلات اور مصیبتیں دور کر دیتا ہے۔اس کی تکالیف ہوا میں اڑ جاتی ہیں۔چاہے وہ ذاتی تکالیف اور مشکلات ہوں یا جماعتی تکالیف اور مشکلات ہوں۔پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف یہی نہیں ہوگا کہ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ ہو یعنی اللہ تکلیفوں کو دور کر دے اور بس۔یہ کافی ہو گیا۔اللہ تعالیٰ جب انعامات دیتا ہے تو اس کے انعامات لامحدود ہوتے ہیں۔کسی بھی حد تک وہ انعامات کو بڑھا سکتا ہے۔پس یہاں بھی جب تکلیف میں مبتلا مومنوں کی تکلیفوں کو دور کرنے کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ یَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔کہ وہ تمہیں زمین کے وارث بنا دیتا ہے۔وہ بڑے بڑے ظالموں، جابروں اور سرکشوں کو تباہ کر کے مظلوم اور کمزور نظر آنے والوں کو ان کی جگہ بٹھا دیتا ہے۔پس جہاں انفرادی طور پر مضطر کی دعا سن کر اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے وہاں قومی رنگ میں بھی اس کی تکلیفوں اور ابتلاؤں کو دور کرتا ہے۔اور یہی ہمیں قرآن کریم نے دوسری جگہ پر بھی بتایا ہے۔اس سے پتا چلتا ہے کہ جب پہلی قوموں نے رسولوں کے ساتھ اور ان کی قوموں کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم نے انہیں تباہ کر دیا اور مظلوموں کو ان کی جگہ دے دی۔پہلے لوگ بڑے بڑے جابر اور بڑے بڑے جاہ و جلال والے تھے لیکن ان کے نام تک مٹ گئے۔پس یہ قانون آج بھی اسی طرح قائم ہے جس طرح پہلی قوموں کے لئے قائم تھا.....

پس جماعتی مشکلات کے دور کرنے کے لئے بھی ہمیں اسی اضطراب کی ضرورت ہے جس طرح بعض دفعہ ہم دعاؤں میں اپنے ذاتی مقاصد کے لئے دکھاتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا کہ کثرت سے اور بار بار دعا شرط ہے۔پس یہ خیال کر لینا کہ ہم نے رمضان میں دعائیں کر لیں اور کافی ہو گیا تو ہم پر واضح ہونا چاہئے کہ یہ کافی نہیں۔ابھی ہمیں مسلسل دعاؤں کی ضرورت ہے اور انسان کو ہمیشہ مسلسل دعاؤں کی ضرورت رہتی ہے جب اللہ تعالیٰ ہمیں کھلی فتح بھی عطا فرما دے گا تو پھر بھی تقویٰ پر چلتے ہوئے اس کے فضلوں کو سمیٹنے کے لئے مسلسل دعاؤں کی ضرورت ہوگی۔''

(الفضل انٹرنیشنل 29 اگست 2014 تا 11 ستمبر 2014۔صفحہ 7،6)

چھ شرائط ایمان

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِيْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ

(مسلم)

ترجمہ:۔حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور یوم آخر یعنی جزا سزا کے دن پر ایمان لائے اور اس کے علاوہ تو خدا کی تقدیر خیر و شر پر بھی ایمان لائے۔

تشریح:۔اس حدیث میں اسلام کی تعلیم کے مطابق ایمان کی تشریح بیان کی گئی ہے جو چھ بنیادی باتوں پر مشتمل ہے۔

اول۔ اللہ پر ایمان لانا جو دنیا کا واحد خالق و مالک خدا ہونے کی وجہ سے ایمانیات کا مرکزی نقطہ ہے۔اور یاد رکھنا چاہئے کہ عربی زبان میں اللہ کا لفظ خدائے واحد کے سوا کسی اور کے متعلق استعمال نہیں کیا جاتا اور اس سے مراد ایسی ہستی ہے جو تمام عیوب سے پاک اور تمام صفاتِ حسنہ سے متصف اور تمام علوم کی حامل اور تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔

دوم۔ فرشتوں پر ایمان لانا جو خدا کی ایک نہ نظر آنے والی مگر نہایت اہم مخلوق ہے۔فرشتے خدا کے حکم کے ماتحت اس کارخانۂ عالم کو چلانے والے اور خدا کی طرف سے پیدا کئے ہوئے اسباب کے نگران ہیں اور فرشتے خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان پیغام رسانی کا واسطہ بھی بنتے ہیں۔

سوم۔ خدا کی طرف سے نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان لانا جن کے ذریعہ دنیا کو خدا تعالیٰ کے منشاء کا علم حاصل ہوتا ہے۔ان کتابوں میں سے آخری اور دائمی کتاب قرآن شریف ہے۔جس نے پہلی تمام شریعتوں کو جو وقتی اور قومی نوعیت کی تھیں منسوخ کر دیا ہے۔اور اب قیامت تک قرآن کے سوا کوئی اور شریعت نہیں۔

چہارم۔ خدا کے رسولوں پر ایمان۔جن پر وقتاً فوقتاً الہامی کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں اور جو اپنے عملی نمونہ سے خدا کے منشاء کو دنیا پر ظاہر کرتے رہے ہیں۔ان میں سے آخری صاحب شریعت نبی اور خاتم النبیین ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔جو سید ولد آدم اور فخر انبیاء اور افضل الرسل ہیں۔

پنجم۔ یوم آخر پر ایمان لانا جو موت کے بعد آنے والا ہے۔اور جس میں انسان نئی زندگی حاصل کر کے اپنے ان اچھے یا برے اعمال کا بدلہ پائے گا جو اس نے دنیا میں کئے ہوں گے۔

ششم۔ تقدیر خیر و شر پر ایمان لانا جو خدا کی طرف سے دنیا میں جاری شدہ قانون کی صورت میں قائم ہے یعنی اس بات پر یقین رکھنا کہ دنیا کا قانون قدرت اور قانونِ شریعت ہر دو خدا کے بنائے ہوئے قانون ہیں۔اور خدا ہی اس سارے مادی اور روحانی نظام کا بانی اور نگران ہے خدا نے ہر کام کے متعلق خواہ وہ روحانی ہے یا مادی یہ اصول مقرر کر رکھا ہے کہ اگر یوں کرو گے تو اس کا اس اس طرح اچھا نتیجہ نکلے گا۔اور اگر یوں کرو گے تو اس کا اس اس طرح خراب نتیجہ نکلے گا اور پھر خدا اپنے قانون کا مالک بھی ہے اور ایسے امور میں جو اس کی کسی بیان کردہ سنت یا وعدہ یا صفت اور پھر خدا کے خلاف نہ ہوں۔وہ اس قانون میں اپنے رسولوں اور نیک بندوں کی خاطر خاص حالات میں استثنائی طور پر تبدیلی بھی کر سکتا ہے چنانچہ معجزات کا سلسلہ عموماً اسی استثنائی قانون سے تعلق رکھتا ہے۔

(چالیس جواہر پارے صفحہ 13،14)

تاریخ احمدیت جرمنی سے ایک ورق

جرمنی میں احمدیت کا آغاز

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز سرزمین جرمنی پر اور اس کی بازگشت

اولین مبلغ سلسلہ کی 1922ء میں جرمنی آمد کے ساتھ مشن کا آغاز، تعمیر مسجد کے لیے کوششیں

نوٹ: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اِرشاد کی تعمیل میں جرمنی میں قائم تدوین تاریخ احمدیت کمیٹی تاریخ مرتب کررہی ہے۔اس سلسلہ میں پہلا ورق قارئین کی خدمت میں اس درخواست کے ساتھ پیش ہے کہ اگر کسی دوست کے علم میں اس بارہ میں مزید معلومات ہوں یا کوئی امر تصحیح طلب ہو تو کمیٹی کو مطلع فرمائیں، قارئین کی آراء ہمارے لیے حوصلہ افزائی کا باعث ہوں گی۔ یہ مضمون مکرم محمد الیاس منیر صاحب، صدر کمیٹی نے مرتب کیا ہے۔(محمد انیس دیالگڑھی، سیکرٹری کمیٹی)

اسلام احمدیت کا پیغام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی دنیا کے جن ممالک میں پہنچ گیا تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا ملک جرمنی بھی ان میں شامل ہے بلکہ ان چند خوش قسمت ممالک میں سے ہے جہاں حضور علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے یہ پیغام پہنچایا تھا۔جیسا کہ حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''اس پہلی علامت کا ثبوت اس عاجز کی نسبت ہر یک غور کرنے والے پر ظاہر ہوگا کہ یہ عاجز اسی قوتِ ایمانی کے جوش سے عام طور پر دعوت اسلام کے لئے کھڑا ہوا اور بارہ ہزار کے قریب اشتہارات دعوت اسلام رجسٹری کرا کر تمام قوموں کے پیشواؤں اور امیروں اور والیانِ ملک کے نام روانہ کئے یہانتک کہ ایک خط اور ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری گورنمنٹ برطانیہ کے شہزادہ ولی عہد کے نام بھی روانہ کیا اور وزیر اعظم تخت انگلستان گلیڈ سٹون کے نام بھی ایک پرچہ اشتہار اور خط روانہ کیا گیا۔ایسا ہی شہزادہ بسمارک کے نام اور دوسرے نامی امراء کے نام مختلف ملکوں میں اشتہارات وخطوط روانہ کئے گئے جن سے ایک صندوق پُر ہے۔''

(ازالۂ اوہام صفحہ 113 طبع اول، روحانی خزائن جلد 3 ص 156 حاشیہ)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''عزیزو! یقیناً سمجھو کہ جب تک خدا کسی کے ساتھ نہ ہو یہ استقامت اور یہ شجاعت اور یہ بذل مال ہرگز وقوع میں آ ہی نہیں سکتے، کبھی کسی نے اِس زمانہ کے کسی مولوی کو دیکھا یا سنا کہ اُس نے دعوتِ اسلام کے لئے کسی اسسٹنٹ کمشنر انگریز کی طرف ہی کوئی خط بھیجا لیکن اس جگہ نہ صرف اس قدر بلکہ پارلیمنٹ لنڈن اور شاہزادہ ولی عہد ملکہ معظّمہ اور شہزادہ بسمارک کی خدمت میں بھی دعوتِ اسلام کے اِشتہار اور خطوط بھیجے گئے جن کی رسیدیں ابتک موجود ہیں۔ اِن اشتہارات میں جن کے شائع کرنے پر قریباً عرصہ دس ۱۰ برس کا گذر چکا ہے یہ بھی لکھا گیا تھا کہ یہ عاجز حضرت مسیح ابن مریم سے ان کے کمالات میں مشابہ ہے اور سوچنے والے کے لئے یہ ایک اور دلیل اس عاجز کی سچائی پر ہے''

(شہادت القرآن صفحہ 77 طبع اول، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 370، 371)

حضور علیہ السلام کے اس خط کی تلاش جاری ہے مگر ابھی تک کوئی سراغ نہیں مل سکا، اگر کوئی دوست اس بارہ میں رہنمائی کرسکیں تو تاریخ کمیٹی ممنون ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یورپ و امریکہ کے علماء، پادریوں اور دیگر رہنماؤں کو بھی بکثرت خطوط تحریر فرمائے اور اشتہارات شائع فرمائے تو اس کے نتیجہ میں دیگر ممالک کی طرح جرمنی میں بھی اسلام کا پیغام پہنچا۔ چنانچہ جماعت کے قدیمی ترجمان ہفت روزہ البدر نے اپنی ایک اشاعت میں لکھا:

''ملک جرمنی کے شہر پاسنگ (جرمنی کے جنوبی صوبہ بایرن (Bayern) کے دارالحکومت میونخ کا ایک حصہ) سے ایک لیڈی مسمات مسز کیرولا مین (Karolla Mann) کا ایک خط حضرت اقدس مسیح موعود کی خدمت میں گذشتہ ڈاک ولایت میں پہونچا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس سلسلہ کی اشاعت ان ممالک میں بھی اپنا قدم رکھے ہوئے ہے۔ لیڈی صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

میں کئی ماہ سے آپ کا پتہ تلاش کررہی تھی تا کہ آپ کو خط لکھوں اور آخر کار اب مجھے ایک شخص ملا ہے جس نے مجھے آپ کا ایڈریس دیا ہے (ایڈریس لفافہ پر اب بھی یہ ہے: بمقام قادیان علاقہ کشمیر ملک ہند، ایڈیٹر) میں آپ سے معافی چاہتی ہوں کہ میں آپ کو خط لکھتی ہوں لیکن بیان کیا گیا ہے کہ آپ خدا کے بزرگ رسول ہیں اور مسیح موعود کی قوت میں ہوکر آئے ہیں اور میں دل سے مسیح کو پیار کرتی ہوں۔ مجھے ہند کے تمام معاملات کے ساتھ اور بالخصوص مذہبی امور کے ساتھ دلچسپی حاصل ہے۔ میں ہند کے قحط، بیماری اور زلازل کی خبروں کو افسوس کے ساتھ سنتی ہوں اور مجھے یہ بھی افسوس ہے کہ مقدس رِشیوں کا خوبصورت ملک اس قدر بت پرستی سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے لارڈ اور نجات دہندہ مسیح کے واسطے جو اس قدر جوش آپ کے اندر ہے، اس کے واسطے میں آپ کو مبارکباد کہتی ہوں اور مجھے بڑی خوشی ہوگی کہ اگر آپ چند سطور اپنے اقوال کے مجھے تقریر فرمادیں۔ میں پیدائش سے جرمن ہوں اور میرا خاوند انگریز تھا۔ اگرچہ آپ شاندار قدیمی ہندوستان قوموں کے نور کے اصلی پوت ہیں تاہم میرا خیال ہے کہ آپ انگریزی جانتے ہوں گے۔ اگر ممکن ہو تو مجھے اپنا ایک فوٹو ارسال فرمادیں۔ کیا دنیا کے اِس حصہ میں آپ (کی۔ناقل) کوئی خدمت کرسکتی ہوں۔ آپ یقین رکھیں پیارے مرزا کہ میں آپ کی مخلص دوست ہوں۔''

مسز کیرولا مین۔

اس خط کا ذکر ہمیں صرف اخبار البدر کی اشاعت مورخہ 14 مارچ 1907ء سے ہوا ہے۔ یہاں جرمنی میں ان محترمہ کا بھی پتہ لگانے کی کوشش کی گئی ہے مگر ابھی تک ان کے یا ان کے خاندان کے کسی فرد کا علم نہیں ہوسکا ہے۔ قرائن سے یہی پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز قبول کرنے والی یہ سعید فطرت خاتون خاندانی طور پر مذہبی پس منظر رکھتی تھیں۔ اس بارہ میں بھی قارئین کو دعوت عام ہے کہ اگر اس علاقہ کے کسی Meldestelle یا کسی اَور ادارہ کے ذریعہ تحقیق کرکے ان کا پتہ معلوم کرسکیں تو اپنے نتائج سے کمیٹی ھذا کو مطلع فرمائیں، فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ آواز یورپ کے علماء تک نہ صرف پہنچی بلکہ انہوں نے اس پر کان بھی دھرے اور ان کے ذریعہ یہ آواز مختلف ایوانوں میں گونجی اور پڑھے لکھے لوگوں تک پہنچی۔ چنانچہ جرمنی بھی انہی میں سے ایک ہے جس کے شہر Jena کی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر Herr Karl Voller نے ایک یونیورسٹی تقریب 1906/07 کے موسم سرما میں ایک مقالہ پڑھا جس میں انہوں نے جماعت احمدیہ کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام لے کر کیا۔ یہ مقالہ کتابی شکل میں طبع بھی ہوا جس کا سرورق حسب ذیل ہے:

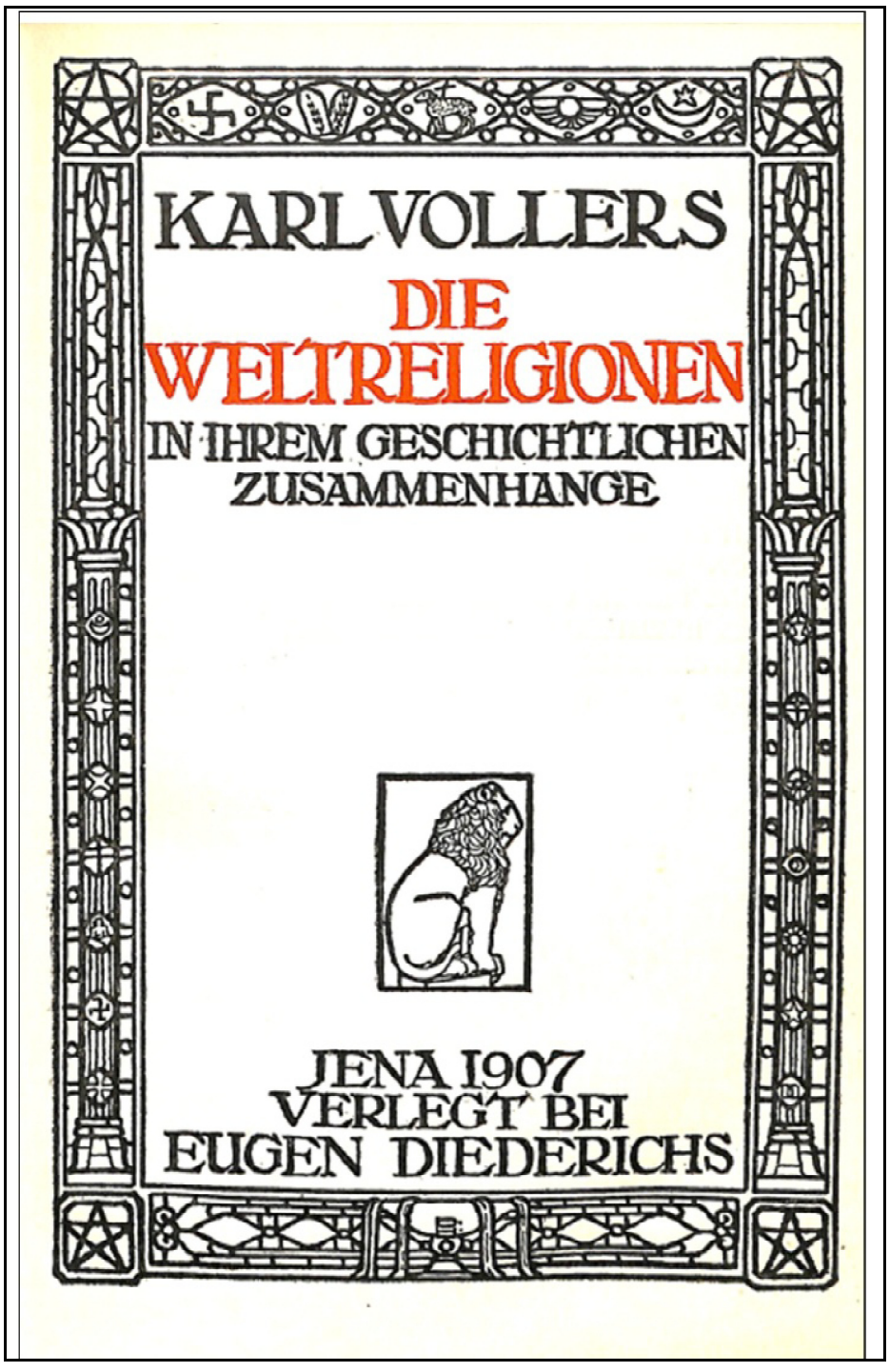

یہ کتاب تدوین تاریخ کمیٹی جرمنی نے حاصل کرلی ہے بلکہ اس کا دوسرا ایڈیشن جو 1921ء میں شائع ہوا، اس کا بھی ایک نسخہ حاصل کرلیا گیا ہے جبکہ اس کے طبع اول کا ایک نسخہ جماعت جرمنی کی مرکزی لائبریری واقع بیت السبوح فرانکفورٹ میں بھی محفوظ ہے جسے دیکھنا یقیناً ازدیاد ایمان کا باعث ہے۔اس کے ساتھ ساتھ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ یورپ کے ایوانوں میں گونجنے والی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس آواز کی بازگشت اُسی وقت قادیان میں بھی سنائی دی گئی۔جس کی مختصر مگر دلچسپ روداد اخبار البدر قادیان میں تحقیق الادیان وتبلیغ اسلام کے عنوان کے تحت حسب ذیل الفاظ میں شائع ہوئی:

جرمنی میں سلسلہ حقہ کی خبر

''ماسٹر محمد دین صاحب علی گڈھ کالج سے لکھتے ہیں کہ یہاں ایک جرمن پروفیسر ہے جو عربی پڑھاتا ہے، اس نے مجھے ایک کتاب جرمن زبان میں دکھلائی جس میں اقصائے مشرق کے مختلف مذاہب کا حال دیا ہوا تھا۔اس میں حضور مرزا صاحب اور فرقہ احمدیہ کا بھی مختصر ذکر لکھا ہے جو کہ ایک دو صفحوں سے پروفیسر نے ترجمہ کرکے مجھے سنایا۔مگر معلومات سب صحیح نہ تھے تاہم اس میں شک نہیں کہ فرقہ احمدیہ کی اہمیت کے وہ لوگ قائل ہوچکے ہیں اور اپنی کتب میں اس کا ذکر کرنے لگے ہیں''

(اخبار بدر، قادیان نمبر 19 جلد 6 مؤرخہ 9 مئی 1907ء صفحہ 2)

Vol. 20 Monthly Akhbar-e-Ahmadiyya Germany Issue 06
Ahmadiyya Muslim Jamaat,National Shoba Tasneef, Genfer Str.11, 60437 Frankfurt/M, Tel:069-50688652,Email:akhbar.ahmadiyya@hotmail.com

فاضل مصنف نے اس کتاب کے صفحہ نمبر121 پر جماعت احمدیہ کا جن الفاظ میں ذکر کیا ہے، وہ اس طرح سے ہے:

آخری تحریک احمدیت ہے جس نے ابھی کوئی حتمی شکل اختیار نہیں کی اور جس کے سربراہ غلام احمد قادیان نزد امرتسر میں رہتے ہیں۔ (اس تحریک کی شکل میں) اسلام وسعت اختیار کرکے ایک عالمگیر تحریک بن گیا ہے جس کا بنیادی رنگ ہندوستانی ہے۔

(Die Weltreligionen von Karl Vollers 1907, page 121)

Die letzte noch nicht abgeschlossene Bewegung ist die der Ahmadiyah im Panjâb, deren Oberhaupt Ghulâm Ahmad in Kâdhiân bei Amritsar lebt. Der Islâm weitet sich hier zu einem weltumspannenden Synkretismus von indischer Grundfarbe aus.

121

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حینِ حیات اس کتاب میں آپ کا اور جماعت کا ذکر شائع ہونا، آپ کی صداقت پر مہر ثبت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو الہاماً وعدہ فرمایا تھا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا، آپ کی زندگی میں پورا فرما دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے بویا گیا یہی بیج آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک سدا بہار تناور درخت بلکہ گلستان کی شکل اختیار کر چکا ہے جس کی سرسبز شاخیں جرمنی کے شہر شہر اور قریہ قریہ پر سایہ کئے ہوئے ہیں اور ہم سب اس برگزیدہ شجر کے پھل پھول لانے کے عینی شاہد ہیں، الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

مبلغین سلسلہ کی جرمنی آمد اور مشن کا آغاز

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے چند سال بعد مبلغین سلسلہ کو لندن بھجوایا گیا تو اُس وقت یورپ جنگ عظیم اول کی لپیٹ میں تھا۔ جنگ ختم ہونے کے فوراً بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے لندن میں مقیم مبلغ سلسلہ محترم مبارک احمد خان صاحب بنگالی کو جرمنی کے دارالحکومت برلن چلے جانے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ موصوف کو سرزمین جرمنی پر غلام مسیح موعودؑ کی حیثیت سے سب سے پہلے قدم رکھنے کی عظیم تاریخی سعادت ستمبر 1922ء میں نصیب ہوئی اور اس طرح سے جرمنی میں جماعت احمدیہ کے مشن کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ آپ کے بعد دسمبر 1923ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت ملک غلام فرید صاحب رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ اور کم سن بیٹے کے ہمراہ تشریف لائے تو پہلے سے جاری تبلیغی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا، تعمیر مسجد کی کوششوں کو پھل لگا اور اس کا سنگ بنیاد رکھنے کی تاریخی تقریب منعقد ہوئی۔ تاہم دو سال بعد 1924ء میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے یہ مشن بند کرنا پڑا۔ اِس دوران جماعتی سرگرمیوں اور ان بزرگان کی خدمات کی تفصیل سے قبل ان مبلغین سلسلہ کا مختصر تعارف پیش ہے۔

مکرم مولوی مبارک علی خان صاحب بنگالی

صوبہ بنگال میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی پیغام حق پہنچ گیا تھا اور پانچویں خوش نصیب بزرگ جو اہل بنگال میں سے احمدیت کی نعمت سے مالا مال ہوئے وہ حضرت مولوی مبارک علی خان صاحب بنگالیؓ ہیں۔ آپ بنگال کے ضلع بوگرا کے دِگدایر (Digdair) گاؤں میں جنوری 1881ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام عرض الدین صاحب تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے ''پاٹھ سالہ'' میں حاصل کی اور اس کے بعد بوگرا کے ضلع سکول میں داخل ہوگئے پھر 1905ء میں کلکتہ کے مشہور Presidencey College سے بی۔اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد تدریس کا پیشہ اختیار کیا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے وکالت بھی پڑھنا شروع کر دی۔ ان کے چچا عدالت میں مختار تھے اور ان کی خواہش تھی کہ آپ وکیل بنیں لیکن وکالت کی تعلیم حاصل کرنے کے دوران مولوی صاحب نے مشاہدہ کیا کہ اس پیشہ میں تو جھوٹ بہت بولنا پڑتا ہے۔ اس پر آپ کو اس پیشہ سے گھن آنے لگی اور اپنے نیک دل چچا کی خواہش کے باوجود وکالت کی تعلیم مکمل نہ کر سکے۔

اس کے بعد آپ کے چچا نے آپ کو ڈپٹی مجسٹریٹ لگوانے کے لئے بات کی تو ایک مختصر سے انٹرویو کے بعد آپ کو ڈپٹی مجسٹریٹ کے طور پر ملازمت مل گئی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قانونی تقاضے پورے کرنے کے لئے دستاویزات میں آپ کی عمر 24 سال لکھی گئی جو غلط تھی۔ مولوی صاحب نوکری لے کر چلے تو گئے مگر آپ کے دل میں یہ خلش رہی کہ میں مجسٹریٹ ہو کر جا رہا ہوں جس نے دوسرے لوگوں کو جھوٹ بولنے پر سزائیں دینی ہیں جبکہ میں تو خود جھوٹ کے سہارے نوکری لے کر جا رہا ہوں۔ چنانچہ ضمیر نے اس قدر جھنجوڑا کہ ملی ہوئی اس شاندار نوکری سے فوراً اِستعفیٰ دے دیا اور کہا کہ مجھے بیلوں کے پیچھے ہل چلانا منظور ہے بجائے اس کے کہ میں جھوٹ کے سہارے نوکری حاصل کروں۔ اس پر متعلقہ افسر نے آپ کو بلا کر اتنی اچھی نوکری چھوڑ دینے پر خوب سرزنش کی مگر آپ نے کچھ بھی پرواہ نہ کی اور اپنی محکمہ تعلیم والی ملازمت جاری رکھی۔ اسی دوران سعید فطرت مولوی مبارک علی صاحب کو 1905ء میں ایک دوست کے ذریعہ Review of Religions کا ایک شمارہ ملا جسے پڑھنے کے بعد آپ کے اندر حقیقی اسلام کی تلاش شدّت اختیار کر گئی۔ کالج کی لائبریری میں باقاعدہ ریویو آف ریلیجنز کے شمارے آتے تھے جن کا آپ بڑے شوق اور لگن سے مطالعہ کرتے۔ اس طرح سے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت کا تعارف ہوا۔ آپ کو دیکھنے والے آپ کا مذاق اُڑانے لگے کہ نعوذ باللہ آپ کسی جادوگر کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جس پر آپ پہلے سے بھی زیادہ تحقیق کرنے لگ پڑے تا کہ آپ حضور علیہ السلام کے بارہ میں مزید معلومات حاصل کر سکیں۔

اسی دوران آپ نے خواب دیکھا کہ ایک چوک میں آپ کھڑے ہیں تو وہاں ایک نقشہ نمودار ہوتا ہے جو کہ برصغیر پاک و ہند کا ہے بشمول بنگال کے جو سارے کا سارا اس وقت اکٹھا ہی تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ہندوستان کے شمال مغرب سے ایک روشنی آسمان سے اُترتی ہے وہ روشنی بہت پھیلی ہوئی ہے اور آہستہ آہستہ ایک نقطہ پر مرکوز ہوتی ہوئی ہندوستان کے شمال مغربی علاقہ میں ایک جگہ جا کر پڑتی ہے۔ پھر اس نقطہ سے گراموفون کی طرح کی گول گول لہریں پیدا ہو کر آہستہ آہستہ پھیلنا شروع ہو جاتی ہیں اور پھر یہ لہریں سارے ہندوستان پر محیط ہو جاتی ہیں پھر کیا دیکھتے ہیں کہ یہ لہریں بنگلہ دیش تک جا پہنچتی ہیں اس کے بعد یہ لہریں ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔

مولوی صاحب گھر پر ہی قرآن کریم پڑھا کرتے تھے ایک دن جب آپ قرآن کریم کی کسی آیت پر غور کر رہے تھے اور آنکھیں موندے بیٹھے تھے تو آپ کو ایک نظارہ نظر آیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کمرہ ہے جس میں ایک بزرگ پگڑی پہنے بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے کچھ اور لوگ ہیں جو ان کے عقیدت مند معلوم ہوتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے کچھ لوگوں کے چہرے بہت خوبصورت سرخ و سفید ہیں۔ وہ بزرگ دور بیٹھے ہیں مگر آہستہ آہستہ قریب آتے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ ان کے بہت قریب آ جاتے ہیں اور آخر کار وہ اتنے قریب ہوتے ہیں کہ ان کے جسم میں سما جاتے ہیں۔ یہ نظارہ مولوی صاحب کو کئی دفعہ نظر آیا۔

اس کے بعد آپ ملازمت کے سلسلہ میں فرید پور تشریف لے گئے۔ اسی دور کی بات ہے کہ آپ انسان کی ہستی اور انجام کے بارہ میں سوچ و بچار میں مشغول تھے۔ کلکتہ میں سخت قحط پڑا اور آپ نے انسانی ہمدردی کی آرگنائزیشن خادم الاسلام کے جنرل سیکرٹری صاحب کے ساتھ مل کر لوگوں کی فلاح کے لئے چندہ اکٹھا کیا۔ اس دوران آپ نے اس بات کو شدید محسوس کیا کہ انسان کس قدر گھاٹے میں ہے اور ان حالات نے حقیقی سچائی کی تلاش میں بہت معاونت کی۔ اسی نیکی کی تلاش میں آپ 1909ء میں بالآخر قادیان جا پہنچے۔ جہاں آپ نے دیکھا کہ ایک پگڑی والے بزرگ بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے مختلف عمروں کے مختلف لوگ بیٹھے ہیں اور وہ بزرگ ان کو قرآن کریم پڑھا رہے ہیں۔ یہاں آپ نے چند دن قیام کیا اور اس دوران میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کردار اور سیرت کے بارہ میں ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں سے اور صحابہؓ سے خوب اچھی طرح تحقیق کی۔ آپ نے دیکھا کہ قادیان کی زندگی بہت سادہ اور قرآنی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ لوگوں کا رہن سہن اسلام کے عین مطابق ہے جس پر آپ بے اختیار کہہ اُٹھے کہ میں نے دنیا میں ہی جنت کو دیکھ لیا ہے۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی آدمی ہے جسے آپ نے خواب میں دیکھا تھا چنانچہ آپ بیعت کے لئے تیار ہو گئے۔ بیعت کرنے کے بعد آپ اپنی گذشتہ زندگی کے بارہ میں بے انتہاء روئے۔ ایک دن خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور بیعت تو کر لی ہے مگر گزشتہ زندگی کے باعث بہت دل گرفتہ ہوں، حضور اگر اجازت دیں تو میں اپنی جان اسلام کی راہ میں قربان کر دینا چاہتا ہوں۔

بیعت کرنے کے بعد آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی صحبت میں لمبے عرصہ تک رہنے کی سعادت حاصل کی۔

1910ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے 12 افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جس کا نام بھائی چارہ کمیٹی تھا اور آپ کو بھی اس کمیٹی کا ممبر مقرر فرمایا۔

قادیان سے جب گھر واپس آئے تو مخالفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہر طرف سے 'قادیانی ہو گیا، کافر ہو گیا' کی مخالفانہ صدائیں بلند ہونی شروع ہو گئیں۔ آپ سے بدسلوکیاں ہوتی رہیں لیکن آپ نے ایمان لانے کے بعد پوری استقامت دکھائی اور نتیجتاً مخالفت کی آندھی تھوڑے عرصہ میں ہی دھوئیں کی طرح غائب ہو گئی۔

آپ کو قادیان کا ماحول اور خلیفہ وقت کی صحبت کا اس قدر شوق ہو گیا تھا کہ دسمبر 1913ء میں ایک سال کے لئے ملازمت سے بلا اُجرت چھٹی لے کر قادیان پہنچ گئے۔ آپ نے یہ رخصت قادیان دارالامان میں صحبت صالحین حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے ہمراہ قرآن کریم کے ترجمہ کا کام سرانجام دینے میں گزار دی۔ نیز اس دوران آپ نے حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کو ساتھ لا کر کئی ماہ تک بنگال کی مختلف جگہوں پر تبلیغ حق کا انتظام کیا۔ 1915ء کے آغاز میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے قائم کردہ انگریزی ترجمہ قرآن بورڈ کے ممبر مقرر ہوئے۔ رخصت ختم ہونے پر وطن واپس آئے اور سرکاری ڈیوٹیوں کے ساتھ ساتھ تبلیغ حق کے کام میں مصروف ہو گئے۔ آپ صوبہ بنگال میں قائم کی جانے والی پہلی انجمن احمدیہ کے ممبر مقرر ہوئے۔

آپ جہاں جہاں رہے خدمت دین میں خوب مگن رہے۔ چٹاگانگ میں ملازمت کے دوران مقامی مُعزّزین تک آپ نے جو دعوت حق پہنچائی اُس کے نتیجہ میں آپ کو بہت اچھے اچھے پھل عطا ہوئے جنہوں نے جماعت احمدیہ کی گراں قدر خدمت کی توفیق پائی۔

(باقی آئندہ)